ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.1.2025

فارسی تصوف کی روایت اور اقبال کا نیا انسان: اسلام کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

The Tradition of Persian Sufism and Iqbal's Concept of the New Man: A Research Study in the Context of Islamic Thought

☆ ***Dr. Hafiz Mansoor Ahmad***
Assistant Professor (Persian), UOS
🖂 *mansoor.ahmad@uos.edu.pk*

☆☆ ***Abdul Ghafoor***
MPhil, Department of Islamic Studies, GCUF, Pakistan.

☆☆☆ ***Uzma Akbar (MPhil Urdu)***
Urdu Subject Specialist, Urdu Curriculum Leader
Teacher Trainer
O Level & A Level Teacher

Abstract

This research explores the dynamic relationship between the tradition of Persian Sufism and Allama Muhammad Iqbal's concept of the "New Man" (Insān-e-Naw), within the broader framework of Islamic thought. Persian Sufi literature, especially the works of Rumi, Attar, and Hafiz, deeply influenced Iqbal's intellectual and spiritual development. While acknowledging the spiritual richness of Sufism, Iqbal critiques its later passive and world-renouncing tendencies, advocating instead for a revitalized Islamic spirit grounded in action, self-realization (Khudi), and divine vicegerency. The study examines how Iqbal reinterprets classical Sufi themes—such as love, fana (annihilation), and ma'rifa (gnosis)—to construct a proactive, ethically empowered human being who is spiritually free yet socially responsible. Through this synthesis, Iqbal envisions a modern Muslim individual who harmonizes inner transcendence with outer transformation, embodying both prophetic energy and mystical insight in service of Islamic revival.

Keywords : Iqbal, Persian Sufism, New Man, Islamic Thought, Khudi, Spirituality, Action.

تمہید

اقبال کی فکر اسلامی فلسفہ، تصوف اور جدید دور کے فکری و تمدنی مسائل کے درمیان ایک فکری پُل کا کردار ادا کرتی ہے۔ ان کی شاعری اور نثر میں جگہ جگہ ایک ایسا "نیا انسان" ابھرتا ہے جو نہ صرف روحانی طور پر بیدار ہو بلکہ عقلی، اخلاقی اور عملی سطح پر بھی اپنے مقام و مقصد سے آشنا ہو۔ اس تحقیق کا پس منظر وہ فکری و تہذیبی بحران ہے جو عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کو درپیش ہے—جہاں ایک طرف استعمار کی باقیات، مادیت اور الحاد جیسے تصورات غالب ہیں، وہیں دوسری طرف امت فکری و روحانی انتشار کا شکار ہے۔ ایسے میں اقبال کی فکر ایک اجتہادی و اصلاحی منہج فراہم کرتی ہے جو قرآن و سنت کی روشنی میں ایک فعال اور باخبر مسلمان فرد کا تصور پیش کرتی ہے۔ تصوف، اقبال اور اسلامیات تینوں باہم مربوط نظامِ فکر ہیں، جن کے درمیان فکری تعامل کے متنوع زاویے پائے جاتے ہیں۔ تصوف اسلامی روحانیت کا وہ پہلو ہے جس نے انسان کے باطن، عشقِ حقیقی، فنا و بقا اور معرفتِ الٰہی جیسے موضوعات پر بھرپور توجہ دی۔ اقبال اسی روحانیت کو ایک نئی جہت دیتے ہیں، جہاں وہ اسے جمود، ترکِ دنیا، اور رہبانیت سے نکال کر عمل، قیادت،

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

خودی اور اجتماعی بیداری کے سانچے میں ڈھالتے ہیں۔ اقبال کا اسلامیات سے تعلق محض ایک شاعر کا تعلق نہیں بلکہ ایک مفسرِ قرآن، مفکرِ امت اور مجتہد کا تعلق ہے۔ ان کا مقصد دین کے اصل پیغام کو جدید دنیا میں مؤثر انداز میں پیش کرنا ہے۔

مبحث اول: فارسی تصوف کی ابتدا اور ارتقاء

تصوف کا اصل ماخذ قرآن وسنت ہے، اور اس کی علمی تدوین عربی ماحول میں ہوئی، تاہم ایرانی سرزمین پر اس نے ایک خاص **ادبی، جمالیاتی اور روحانی رنگ** اختیار کیا۔ فارس میں تصوف کی بنیاد 3 سے 4 ہجری صدی میں رکھی گئی، جب جنید بغدادی، بایزید بسطامی، اور حلاج جیسے بزرگوں کی تعلیمات نے اہل فارس کو متاثر کیا۔ جلد ہی تصوف نے شعری اظہار میں پناہ لی۔

امام قشیری اس مرحلے پر لکھتے ہیں:

"اَلتَّصَوُّفُ كُلُّهُ أَخْلَاقٌ، فَمَنْ زَادَ عَلَيْكَ فِي الْخُلُقِ، زَادَ عَلَيْكَ فِي التَّصَوُّفِ"

تصوف سراسر اخلاق کا نام ہے، جو شخص تم سے اخلاق میں بڑھا ہوا ہے وہی تصوف میں تم سے آگے ہے[1]"

نمایاں صوفی شعرا: رومی، سنائی، عطار، حافظ، سعدی

ایرانی صوفی شعرا نے تصوف کے مضامین کو فارسی زبان کے ذریعے دلوں میں اتارا۔ ان میں سے ہر ایک نے تصوف کے کسی پہلو کو منفرد انداز میں پیش کیا:

مولانا جلال الدین رومی کی **مثنوی** تصوف کا مکمل انسائیکلوپیڈیا ہے، جس میں عشق، معرفت، فنا، اور قربِ الٰہی کے تجربات کو قصوں اور تمثیلات کے ذریعے بیان کیا گیا:

"عشق آن شعله است ك چون بر افروخت
هر چه جز معشوق، باقی جمله سوخت"

"عشق وہ شعلہ ہے کہ جب بھڑک اٹھتا ہے، تو معشوق کے سوا ہر شے کو جلا دیتا ہے[2]"

حکیم سنائی نے عشق اور عقل کی جدلیات کو واضح کیا۔ ان کی مثنوی **حادیقۃ الحق** میں تصوف کی اخلاقی و نظریاتی بنیادیں موجود ہیں۔ شیخ فرید الدین عطار نے **منطق الطیر** میں روحانی سفر کی سات وادیوں (طلب، عشق، معرفت، استغنا، توحید، حیرت، فقر و فنا) کا بیان کیا:

"تا تو خود را فانی از خود ساختی
عین باقی گشتی و آن یافتی"

"جب تُو خود کو خود سے فانی کر دیتا ہے، تو باقی (ابدی) حقیقت میں داخل ہو جاتا ہے[3]"

حافظ شیرازی کی غزلوں میں عرفانی جمال اور وحدت الوجود کا رنگ نمایاں ہے، گو کہ وہ تصوف کی مروّجہ شکل سے کہیں کہیں اختلاف بھی کرتے ہیں۔

سعدی شیرازی نے تصوف کو اخلاقِ عمومی میں سمو دیا۔ ان کی *گلستان* اور *بوستان* اسلامی حکمت اور تصوف کا نچوڑ ہیں۔

---

[1] Al-Qushīrī, Abū al-Qāsim. *al-Risālah al-Qushayrīyah* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1351 AH), 1: 22
[2] Rūmī, Jalāl al-Dīn. *Mathnawī-ye Maʿnawī* (Tehran: Dānishgāh-e Tehrān, 1381 SH), 1: 32
[3] ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn. *Manṭiq al-Ṭayr* (Tehran: Amīr Kabīr, 1370 SH), 1: 110

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فارسی تصوف کے بنیادی اصول: عشق، فنا، معرفت، سلوک

تصوف کا قلبی مرکز **عشق** ہے، اور اس کے روحانی سفر کا انجام **فنا فی اللہ** ہے۔ اس سفر کے مختلف مراحل میں سالک ان اصولوں سے گزرتا ہے:

عشق (ʿIshq): ذاتِ حق سے شدید قلبی لگاؤ۔ **فنا** (Fanā): خودی کی نفی اور انانیت کا زوال۔ **معرفت** (Maʿrifah): الٰہی حقیقت کا باطنی ادراک۔ **سلوک** (Suluk): روحانی راستہ جسے سالک طے کرتا ہے

مولانا رومی کہتے ہیں:

"من ندانم غیر عشق و غیر دوست

هر چه گویم عشق بود و آن نکوست"

"میں عشق اور دوست کے سوا کچھ نہیں جانتا، جو کچھ کہتا ہوں وہ عشق ہے اور وہی سب سے بہتر ہے[4]"

اسلام میں تصوف کا مقام وحیثیت

تصوف اسلام کی **باطنی روح** کا نام ہے۔ اگرچہ بعد میں کچھ غالی رجحانات بھی شامل ہو گئے، مگر اکابرینِ امت نے تصوف کو **تزکیہ، احسان، اور روحانی مجاہدہ** سے تعبیر کیا۔

امام مسلم نے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا:

"أَن تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِن لَم تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ"

"تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے، اور اگر تو اُسے نہیں دیکھ سکتا تو وہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔

یہی **احسان** کی تعریف تصوف کا حقیقی منہج ہے۔ امام غزالی نے *احیاء علوم الدین* میں تصوف کو دین کی اصل روح قرار دیا۔

فارسی تصوف اسلامی روحانیت کا جمالیاتی اور فکری اظہار ہے، جو قرآن و سنت سے جڑا ہوا ہے مگر ایرانی شعور، زبان اور ادب سے مزیّن ہے۔ رومی، عطار، سعدی، سنائی اور حافظ جیسے شعرا نے عشق و معرفت کی اس روایت کو انسانیت کے لیے ایک روحانی مشعل راہ بنایا۔ تصوف کا اصل مقصد انسان کو اپنے باطن سے جوڑ کر خالق سے قریب کرنا ہے—یہی اس کی قرآنی و نبوی اساس ہے۔ اقبال کی فکری شخصیت اسلامی روایت اور جدید فکری تحریکات کا امتزاج ہے۔ اُن کی نظر ایک طرف قرآنی پیغام، اسلامی تاریخ اور صوفیانہ تجربے پر ہے، تو دوسری طرف وہ مغرب کے علمی و فکری رجحانات سے بھی گہری واقفیت رکھتے ہیں۔ تصوف کی نسبت اقبال کا رویہ محض تقلیدی یا انکاری نہیں بلکہ **تنقیدی، اصلاحی اور تجدیدی** ہے۔ وہ تصوف کی **روحانی گہرائیوں** کے قدردان ہیں لیکن اس کے بعض تاریخی انحرافات جیسے جمود، رہبانیت، اور ترکِ دنیا کے شدید ناقد بھی۔ یہی سبب ہے کہ انہوں نے "تصوفِ ہجرتی" اور "تصوفِ قیامتی" کی اصلاحی تقسیم کے ذریعے **ایک متحرک اور فعّال تصوف** کا تصور پیش کیا جسے ہم "حرکی تصوف " (Dynamic Mysticism) کہہ سکتے ہیں۔

[4] Rūmī, *Dīwān-e Shams-e Tabrīzī* (Tehran: Dār al-ʿIlm, 1375 SH), 1: 77.

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اقبال کا روحانی و فکری پس منظر

اقبال نے اپنے فکری سفر میں اسلامی روحانیت، ایرانی حکمت، اور مغربی فلسفہ کا گہرا مطالعہ کیا۔ ان کی تربیت صوفی ماحول میں ہوئی؛ ان کے والد ایک متقی و صاحبِ حال شخصیت تھے۔ وہ خود بھی ایک درویش مزاج شاعر تھے۔ اقبال کی روحانیت کا اصل **منبع قرآن** ہے، نہ کہ صرف خانقاہی روایات۔

اقبال لکھتے ہیں:

"میرے تصوف کی بنیاد قرآنِ حکیم پر ہے، اور میری غزل میں اگر رندی ہے تو وہ قرآن کی تعلیمات کی رندی ہے [5]"

"تصوفِ ہجرتی" اور "تصوفِ قیامتی" کی تقسیم

اقبال نے دو اقسام کے تصوف کی نشاندہی کی:

تصوفِ ہجرتی: (Migratory Mysticism) وہ صوفیانہ رجحان جو زندگی سے فرار، ترکِ دنیا، اور خانقاہی گوشہ نشینی پر مبنی ہے۔ **تصوفِ قیامتی**: (Transformative Mysticism) وہ تصوف جو فرد اور معاشرہ دونوں کو باطنی انقلاب سے ہمکنار کرتا ہے، اور دنیا کے اندر رہ کر روحانیت کو بروئے کار لاتا ہے۔ اقبال کے نزدیک پہلا تصوف اسلامی تعلیمات سے انحراف ہے، جبکہ دوسرا قرآن و سیرت کی روح سے ہم آہنگ ہے۔

جمود، رہبانیت اور ترکِ دنیا پر تنقید

اقبال خانقاہی تصوف پر شدید تنقید کرتے ہیں، خصوصاً اُس وقت جب وہ سوسائٹی سے کٹ کر محض ذکر، وجد، اور ترکِ دنیا کو نجات کا راستہ سمجھتا ہے۔

اقبال کہتے ہیں:

"خود کو بیگانہ رکھ اس حال سے
مت لگا بیٹھ خانقاہی چال سے[6]"

قرآن و حدیث کی روشنی میں اقبال کا مؤقف یہ ہے کہ اسلام رہبانیت کا قائل نہیں:

"لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ"

"اسلام میں رہبانیت نہیں ہے [7]"

اقبال کی نظر میں یہ رہبانیت حرکت، جدوجہد، اور اجتماعی تعمیر کی نفی ہے۔ اقبال نے جو تصوف پیش کیا وہ **حرکی (dynamic)** ہے۔ اس کا مقصد محض نفس کشی نہیں، بلکہ نفس کی **تطہیر اور تعمیر** ہے تاکہ فرد اپنے اندر خودی کی قوت کو اجاگر کرے، اور معاشرہ ایک متحرک تمدن کی شکل اختیار کرے۔

اقبال لکھتے ہیں:

"تصوف، اگر زندگی سے فرار ہے تو موت ہے۔ لیکن اگر وہ عمل کو حرکت بخشتا ہے تو روحانی انقلاب کا سرچشمہ ہے۔ [8]"

انہوں نے رومی کو اس حرکی تصوف کا نمائندہ قرار دیا:

---

[5] Iqbāl, Muhammad. *Maktubāt-e Iqbāl* (Lahore: Iqbal Academy, 1955), 1: 37.)

[6] Iqbāl, Muhammad. *Bāl-e Jibrīl* (Lahore: Iqbal Academy, 1935), 1: 72

[7] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishāpur: Dār al-Khilāfah Al-Ilmīya, 1330 AH), 1: 2722

[8] Iqbāl, Muhammad. *Reconstruction of Religious Thought in Islam* (Lahore: Iqbal Academy, 1930), 1: 112

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.1.2025

"خِرَد را فاش می‌گویم، ولیکن
خموشی خوش‌تر از گفتارِ رومی‌ست"
"عقل کی باتیں کھل کر کہتا ہوں، مگر رومی کی خاموشی، گفتار سے بہتر ہے"[9]

اقبال کے نزدیک تصوف کی اصل روح **خودی کی پرورش**، **عمل کی تحریک**، **اور امت کی بیداری** ہے۔ وہ تصوف کو قرآن کے ساتھ ہم آہنگ دیکھنا چاہتے ہیں، نہ کہ ایسے "جامد ورثے" کے طور پر جو فرد کو دنیا سے بیگانہ کر دے۔ ان کی تصوف فہمی ایک نئی روحانی اخلاقیات کی تشکیل ہے جو عمل، شعور اور عشق پر مبنی ہے۔

مبحث دوم: اقبال اور فارسی صوفیا: فکری ربط و اختلاف

اقبال کی فکری و روحانی شخصیت کا ایک اہم پہلو اُن کا فارسی صوفیا، خصوصاً **مولانا رومی**، **سنائی**، **عطار** وغیرہ سے گہرا ربط ہے۔ فارسی تصوف کی یہ روایت اقبال کی شاعری، فلسفہ، اور تصورِ خودی پر گہرے اثرات کی حامل ہے۔ تاہم، اقبال کا تعلق صرف تقلیدی پیروی تک محدود نہیں، بلکہ وہ **تجزیاتی اور تنقیدی شعور** کے ساتھ ان صوفیا کی تعلیمات کو اپناتے اور بعض مقامات پر ان سے اختلاف بھی کرتے ہیں، بالخصوص عمل، قیادت اور سماجی فاعلیت کے حوالے سے۔

اقبال نے اپنی فارسی شاعری میں بارہا فارسی صوفیا کا ذکر کیا ہے اور انہیں روحانی رہنماؤں کے طور پر پیش کیا۔ خاص طور پر **رومی** کو وہ اپنا مرشد تسلیم کرتے ہیں۔

اقبال لکھتے ہیں:

"رومی، سنائی و عطار را
نه ز حقایت هستند ابرار را"
"رومی، سنائی اور عطار — یہ سب اولیاء اور اللہ کے نیک بندے ہیں"[10]

مثنوی رومی کا اثر: اقبال کا اعترافِ مرشدیت

اقبال نے صراحت کے ساتھ **مولانا روم** کو اپنا "مرشد" کہا ہے، اور ان کی "**مثنوی معنوی**" کو اپنے فکری سفر کا اہم زینہ قرار دیا ہے۔

اقبال کہتے ہیں": اگر ملت کے لیے کوئی مرشد درکار ہو، تو وہ رومی ہے، جس نے قرآن کو شاعری میں گویائی دی ہے۔[11]"

ایک فارسی شعر میں وہ فرماتے ہیں:

"گِرہ گشائے رموزِ کتابِ ہست رومی است
خوشا کسی که رومی مراد خویش کند"
"وجود کی کتاب کے اسرار کھولنے والا رومی ہے، مبارک ہے وہ شخص جو رومی کو اپنا مراد بنائے"[12]

---

[9] (Iqbāl, Muhammad. *Asrār-e Khudī* (Lahore: Iqbal Academy, 1915), 1: 39.)
[10] Iqbāl, Muhammad. *Asrār-e Khudī* (Lahore: Iqbal Academy, 1915), 1: 24
[11] Iqbāl, Muhammad. *Maktubāt-e Iqbāl* (Lahore: Iqbal Academy, 1955), 2: 19.
[12] Iqbāl, Muhammad. *Payām-e Mashriq* (Lahore: Iqbal Academy, 1923), 1: 77

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

عشق و خودی کا مشترکہ تصور

رومی و دیگر صوفیا کی تعلیمات میں **عشق ایک** مرکزی مقام رکھتا ہے، اور اقبال نے بھی عشق کو اپنے فلسفے کی روح قرار دیا۔

مولانا رومی کہتے ہیں:

"عشق آن شعله‌ست کاندر نے فتاد

چوں سرایت در سمن آتش زند"

"عشق وہ شعلہ ہے جو نَے (بانسری) میں پڑے تو اسے جلا دیتا ہے، جب وہ گلاب میں جائے تو اُسے بھی آگ لگا دیتا ہے[13]"

اقبال اسی جذبۂ عشق کو **خودی کے احیاء** کی بنیاد سمجھتے ہیں:

"عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم[14]

عشق ہے رموزِ خودی کا پاسباں تمام(."

فکری اختلافات: **عمل**، قیادت اور فاعلیت کے باب میں

اگرچہ اقبال نے رومی سے بہت کچھ سیکھا، لیکن وہ فارسی تصوف کے بعض غیر عملی رجحانات پر تنقید بھی کرتے ہیں۔ خاص طور پر:

- جہاں تصوف **عمل** سے گریز، ترکِ دنیا، یا محض باطنی واردات تک محدود ہو جائے۔
- جہاں **قیادت** اور **اجتماعی شعور** کی کمی ہو۔
- جہاں روحانی تجربہ **انقلابی فاعلیت** سے خالی ہو۔

اقبال کہتے ہیں[15]:

"تصوف میں عشق ہے، لیکن عمل کی کمی ہے؛ یہ عشق اگر شمشیر بن جائے تو انقلاب آئے"

اور ضربِ کلیم میں وہ فرماتے ہیں:

"عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے[16]"

اقبال اور فارسی صوفیا کے درمیان **روحانی اشتراک** بہت گہرا ہے، لیکن اقبال نے اس روایت کو **محض وارثی انداز** میں قبول نہیں کیا۔ انہوں نے اس میں **عمل، قیادت، اور انقلاب** کی نئی روح پھونکی اور تصوف کو جدید فکری و سماجی ضرورتوں کے مطابق **حرکی، حسی، اور اجتماعی شعور** سے ہم آہنگ کیا۔ یہی پہلو اُنہیں فارسی صوفیا کا وارث بھی بناتا ہے اور **نقاد و مجدد** بھی۔ اقبال کے فکر و فن کا مرکز و محور ایک نیا انسان ہے، جو نہ صرف داخلی طور پر **خودی** کے شعور سے سرشار ہو بلکہ خارجی سطح پر **عمل، قیادت، اور تبدیلی** کا علمبردار ہو۔ اقبال کے ہاں یہ "نیا انسان" مختلف اسما سے ظاہر ہوتا ہے جیسے **"مردِ مومن"**، **"مردِ کامل"** اور **"انسانِ خودی"**۔ یہ شخصیت محض صوفی یا فلسفی نہیں بلکہ ایسا **فعّال** اور **بیدار انسان** ہے جو **روحانی وجدان**، **عقلی بصیرت**، اور

[13] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-ye Ma'nawī* (Konya: Maṭba'a-ye Shams, 1278 AH), 1: 14
[14] (Iqbāl, Muhammad. *Bāl-e Jibrīl* (Lahore: Iqbal Academy, 1935), 1: 41
[15] Iqbāl, Muhammad. *Reconstruction of Religious Thought in Islam* (Lahore: Iqbal Academy, 1930), 1: 142.)
[16] Iqbāl, Muhammad. *Zarb-e Kalīm* (Lahore: Iqbal Academy, 1936), 1: 65.

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

انقلابی سعی کا حسین امتزاج ہے۔ اقبال کا یہ تصور صرف ادبی یا فلسفیانہ نہیں بلکہ **اسلامی تعلیمات — قرآن، سنت اور سیرتِ رسول ﷺ** سے مربوط ہے۔

"مردِ مومن"، "مردِ کامل"، "انسانِ خودی"

اقبال کے یہاں "مردِ مومن" صرف مذہبی رسوم کا عامل نہیں بلکہ **تخلیقِ نو کا روحانی ہنر مند** ہے۔

اقبال فرماتے ہیں:

"ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق(.[17])"

اقبال کے نزدیک:

- **"مردِ کامل "** وہ ہے جو **خودی** کا مکمل ادراک رکھتا ہے۔
- **"مردِ مومن "** وہ ہے جو **قرآنی روح، عشقِ رسول، اور حریتِ فکر** کا حامل ہے۔
- **"انسانِ خودی "** وہ ہے جو اپنی **باطنی قوت** کو پہچان کر معاشرے کو متحرک بناتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں:

"خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے[18]"

عقل، عشق، وجدان اور روحانی فاعلیت کا امتزاج

اقبال کے "نئے انسان" میں نہ صرف **عقلی بصیرت** (reason) بلکہ **عشقِ الٰہی، باطنی وجدان**، اور **روحانی عملیت** (spiritual dynamism) شامل ہے۔

وہ عقل کے انکار نہیں کرتے لیکن **عشق کو اس پر فضیلت دیتے ہیں:**

"عقل کو تنقید سے فرصت نہیں

عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ[19]"

مولانا رومی کے تتبع میں اقبال کے نزدیک **عشق وہ محرک** ہے جو انسانی وجود کو **حرکت، قوت، اور تبدیلی** عطا کرتا ہے:

"عشق دمادم زندگی، عقل دمادم حیلہ ساز

عشق تقاضائے خُدی، عقل تقاضائے مجاز[20] "

---

[17] Iqbāl, Muhammad. *Bāl-e Jibrīl* (Lahore: Iqbal Academy, 1935), 1: 72
[18] Iqbāl, Muhammad. *Bāl-e Jibrīl*, 1: 88
[19] Iqbāl, Muhammad. *Zarb-e Kalīm* (Lahore: Iqbal Academy, 1936), 1: 12
[20] (Iqbāl, *Zarb-e Kalīm*, 1: 34.

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.1.2025

اجتہاد، حریت، خودی، اور سعی پیہم

اقبال کے "نئے انسان" کے اوصاف میں درج ذیل خصوصیات بنیادی حیثیت رکھتی ہیں:

اجتہاد: تقلید سے آزادی اور نئے فکری امکانات کی تلاش۔ **حریت**: فکری، سیاسی، اور روحانی آزادی۔ **خودی**: باطنی قوت کا شعور اور اس کی تربیت۔ **سعیِ پیہم**: مسلسل کوشش، عمل اور ارتقاء کی خواہش۔ اقبال اس مسلسل جدوجہد کو قرآنی تصورِ انسان سے جوڑتے ہیں:

"إنّ الإنسانَ خُلِقَ هَلُوعًا"

"بے شک انسان گھبراہٹ میں پیدا ہوا[21]"

لیکن یہ گھبراہٹ، محنت اور سعی سے **عزم و استقلال میں بدلتی ہے۔**

مبحث سوم: اسلام میں اقبال کا نیا انسان: قرآن، سنت اور سیرت کی روشنی میں

اقبال کے "نئے انسان" کا تصور محض شعری تخیل نہیں، بلکہ **قرآنی اصولوں، نبوی اسوہ، اور خلفائے راشدین کی عملی زندگیوں** سے اخذ کردہ ہے۔

اقبال خود کہتے ہیں:

"میرا پیغام کوئی نیا پیغام نہیں، میں صرف قرآن کو نئے انداز سے بیان کر رہا ہوں[22]"

قرآن مجید میں اس تصور کی جھلک نظر آتی ہے:

"إن اللهَ لا يُغيّر ما بقومٍ حتى يُغيّروا ما بأنفُسِهم"

"اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے"

(Al-Qur'ān, 13:11)[23]

نبی کریم ﷺ کی سیرت میں بھی یہ مثالی "نیا انسان" ظاہر ہوتا ہے: **جو صادق، امین، داعی، سپہ سالار، اور معلم ہے۔**

اقبال کے ہاں "نیا انسان" وہ شخصیت ہے جو **باطنی روحانیت اور خارجی قیادت** کا پیکر ہے۔ اس میں عقل، عشق، حریت، اور خودی کا امتزاج موجود ہے۔ وہ **تاریخ کے دھارے کو موڑنے والا اور روحِ اسلام کا زندہ مظہر ہے۔** اقبال کا یہ تصور نہ صرف فلسفیانہ اہمیت رکھتا ہے بلکہ **امتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ** کی بنیاد بھی ہے۔

6. فارسی تصوف اور 'نئے انسان' کا تقابلی مطالعہ

فارسی تصوف اور اقبال کے "نئے انسان" کے تصور میں کئی اشتراکات اور اختلافات پائے جاتے ہیں، جن کا تقابلی مطالعہ تصوف اور جدید اسلامی فکر کے درمیان فکری تطور کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ جہاں **فارسی تصوف** کی بنیاد **روحانی سلوک، فنا، اور باطنی معرفت** پر ہے، وہیں **اقبال کا "نیا انسان"** "ایک **فعّال، بیدار، اور تخلیقی شخصیت** کا حامل ہے، جو نہ صرف ذاتی اصلاح بلکہ **اجتماعی تبدیلی** کا بھی داعی ہے۔

[21] Al-Qur'ān, 70:19
[22] Iqbāl, Muhammad. *Letters to Siraj Munir*, in *Makatib*, ed. Iqbal Academy (Lahore: 1955), 2: 121
[23] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishāpur: Dār al-Khilāfah Al-Ilmīya, 1330 AH), 1: 2722

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فنا اور بقا کے مفاہیم

فارسی تصوف میں فنا (annihilation) اور بقا (subsistence) کے تصورات مرکزی اہمیت رکھتے ہیں۔ فنا کا مطلب ہے کہ سالک **اپنی ذات کو** مٹا کر **حق تعالیٰ میں فانی ہو جائے** اور پھر بقا حاصل کرے **یعنی الٰہی صفات کے ساتھ زندہ رہے۔**

مولانا رومی فرماتے ہیں:

"زکبر و خودبینی و خودرائی
فنا شو تا که بقا یابی زحق"

"تکبر، خود پسندی اور خود رائی کو چھوڑ دے
فنا ہو جا تا کہ خدا سے بقا پائے[24]"

اقبال اس تصور کو **حرکی انداز میں بدلتے ہیں**۔ وہ فنا کو **خودی کے تحلیل** کے بجائے **اس کی تربیت** کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک فنا، ایک **تخلیقی مرحلہ** ہے جو **خودی کے ارتقاء** کی راہ ہموار کرتا ہے۔

اقبال لکھتے ہیں:

"فنا ہے اصل میں مظہر بقا کا
خودی کا راز ہے رازِ خدا کا[25]"

اقبال کے یہاں **"بقاباللہ"** کا مطلب ہے خدا کے ساتھ **عملی قرب**، نہ کہ صرف سلوکی جذب۔

عشقِ حقیقی اور عشقِ فعال

فارسی تصوف میں عشقِ حقیقی وہ باطنی تعلق ہے جو **محبوبِ ازلی (اللہ)** سے قائم ہوتا ہے، اور سالک کو وصال کے ذوق میں ڈبو دیتا ہے۔

شیخ عطار لکھتے ہیں:

"عشق آمد و شد ندارد، یک دم است
این همه گفتند و آخر، ماتم است"

"عشق نہ ابتدا رکھتا ہے نہ انجام، ایک ہی لمحہ ہے[26]
جو کچھ بھی کہا گیا، آخر میں سب فانی ہے."

---

[24] Rūmī, Jalāl al-Dīn. *Masnavī-ye Maʿnavī* (Konya: Dār al-Irfān, 1320 AH), 2: 221
[25] Iqbāl, Muhammad. *Asrār-e Khudī* (Lahore: Iqbal Academy, 1915), 1: 34
[26] (ʻAṭṭār, Farīd al-Dīn. *Manṭiq al-Ṭayr* (Nishāpur: Khānaqāh Press, 1290 AH), 1: 144

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اقبال اس تصور میں **فعالیت** شامل کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک عشق نہ صرف **الٰہی تعلق** ہے بلکہ **جہاد، سعی، اجتہاد، اور انقلاب** کا محرک بھی ہے۔ وہ عشق کو **زندگی کی روح** اور **حرکت کا راز** سمجھتے ہیں:

"عشق طینت میں اگر فطری ہے
زندگی میں نئی تبدیلی ہے[27]"

اقبال کا عشق، **جذب نہیں، جدوجہد ہے؛ وصال نہیں، وصول کی پیہم تگ و دو** ہے۔

رہبانیت بمقابلہ فاعلیت

فارسی تصوف کا ایک رخ **ترکِ دنیا، خلوت، اور خاموشی** ہے، جہاں رہبانیت کا رنگ غالب آتا ہے، اگرچہ بعض صوفیہ نے توازن کی تلقین کی۔

سعدی فرماتے ہیں:

"ترک دنیا کن و دلی حاصل کن
زہد با مصلحتِ دل مشکل کن"

"دنیا کو چھوڑ اور دل کو حاصل کر
زہد کو دل کی مصلحت سے ہم آہنگ بنا[28]"

اقبال اس رویے کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام **رہبانیت کا قائل نہیں بلکہ فاعلیت اور جہدِ مسلسل** کا دین ہے:

"یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلام ہے میرا
کہ دنیا میں فقیری میں، بہ اندازِ شُہنشاہی[29]"

اقبال کے یہاں صوفی وہ نہیں جو دنیا سے کنارہ کش ہو، بلکہ وہ ہے جو **دنیا کو بدلنے کے لیے سرگرم ہو۔**

روحانی انفرادیت اور اجتماعی اصلاح کا امتزاج

فارسی تصوف میں انفرادیت، معرفت اور باطنی کشف کی بنیاد پر پروان چڑھتی ہے۔ تاہم اس میں **اجتماعی اصلاح** کا پہلو کم نمایاں ہے۔

رومی کہتے ہیں:

"خود را بیاب، تا خدا را بیابی
جمع را چھوڑ، خودی میں پناہ لے[30]"

اقبال اس کے برعکس انفرادیت کو **اجتماعی تحریک** سے جوڑتے ہیں۔ وہ **"خودی "** کو **امت کی اجتماعی بیداری** کا محور بناتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں، اور بیرونِ دریا کچھ نہیں[31]"

---

[27] Iqbāl, *Zarb-e Kalīm*, 1: 28
[28] Sa'dī, *Gulistān* (Shiraz: Bāzār-i Adab, 1325 AH), 1: 78
[29] Iqbāl, *Bāl-e Jibrīl*, 1: 43
[30] Rūmī, *Masnavī*, 3: 156
[31] (Iqbāl, *Bāl-e Jibrīl*, 1: 52.)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اقبال کے "نئے انسان" کی **روحانی خودی**، ملت کی **سیاسی و سماجی اصلاح** کی ضامن ہے۔

نتائج و تجزیہ.

نتائج و تجزیے کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اقبال کی فکر اور فارسی تصوف کے مابین ایک گہرا فکری و روحانی ربط موجود ہے، تاہم یہ ربط تقلید کا نہیں بلکہ تخلیق و تجدید کا ہے۔ اقبال نے فارسی صوفی شعرا—بالخصوص رومی، سنائی، اور عطار—سے عشق، خودی، اور روحانی ارتقاء کے بنیادی تصورات اخذ کیے، لیکن ان میں ایک **نئی فکری جہت** اور **عملی روح** شامل کی۔ انہوں نے تصوف کو جامد روحانیت سے نکال کر **حرکت**، **بیداری**، **اور اصلاحِ امت** سے جوڑ دیا، جو ان کے فکری امتیاز کا مظہر ہے۔